Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 3, Issue 4
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

سارہ جمالی
ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی جام شورو
ڈاکٹر شذرہ حسین
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی جام شورو

"جمال ابڑو کے افسانوں میں کردار نگاری کا تنقیدی جائزہ"
سندھی افسانوں کے اردو تراجم کے حوالے سے

Sarah Jamali
Research Scholar, Department of Urdu, Sindh University Jamshoro.
Dr. Shazra Hussain
Assistant Professor,Department of Urdu,Sindh University Jamshoro.

A Critical Review Of Characterization In The Fictions Of Jamal Abro Regarding The Urdu Translation Of Sindhi Fiction

Jamal Abro is story writer of his own right in the Sindhi Literary Circles, he has gained name and fame and has earned position of a best Sindhi story writer. In this article, we have critically studied his craft of characterization in his stories, in brief, we can say that character of his stories is Dynamic, believable, and predictable. Stories are not having a huge number of characters, they are not so many. Every character symbolizes something. Every character is supporting another character. Characters are not stereotype. Characters represent simple, normal, and common men of the society.

Keywords: Jamal Abro, Sindhi Society, Common men, Stereotype.

کلیدی الفاظ: جمال ابڑو، پراسیکیوٹر، تفسیر، افسانہ نویسی

جمال ابڑو کو جدید سندھی افسانہ نویسی کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ افسانہ نگاری میں اس نے جو منفرد کردار نگاری کی ہے، اس نے افسانہ نگاری کی ہیئت اور حیثیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

جمال ابڑو 2 مئی 1924ء کو تعلقہ میہڑ کے چھوٹے سے گاؤں سانگی میں پیدا ہوئے، پرائمری تعلیم گاؤں منگوانی تعلقہ میہڑ اور میونسپل پرائمری اسکول لاڑکانہ میں حاصل کی، جس کے بعد میٹرک 1941ء میں بمبئی یونیورسٹی سے کیا۔ 1948ء میں شاہانی والا کالج لاڑکانہ سے ایل ایل بی کی سند حاصل کی۔ بعدازاں جس کے بعد طویل عرصہ جج کے طور پر فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ جمال نے لکھنے کا آغاز افسانے سے کیا۔ ان کا پہلا افسانہ "ہو حر ہو" "ہفت روزہ" "طوفان" حیدرآباد میں شائع ہوا۔

جمال ابڑو کی کردار نگاری پر اس کے خاندانی پس منظر، ذاتی مشاہدات اور تجربات کا بڑا عمل دخل رہا ہے، ان کے والد علی خان ابڑو، اپنے دور کے نام ور تعلیم دان، اور مذہب دوست انسان تھے۔ انھوں نے قرآن مجید کی سندھی میں تفسیر بھی لکھی۔ اس خاندانی پس منظر نے جمال ابڑو کی مشاہداتی قوت کو جلا بخشی، لہٰذا انھوں نے جس طرح انسان کو دیکھا، اور اپنے معاشرے میں انسانوں کو دیکھنا چاہا، اس کا اثر ان کے

افسانوں میں کردار نگاری پر نظر آتا ہے۔

جمال ابڑو نے پراسیکیوٹر سے لے کر سیشن جج تک عدالتی اداروں میں ملازمت کی، عدالتیں ظالم اور مظلوم، اصیل اور وکیل، فریادی اور مدعیہ علیہ، منصف اور متعلقہ لوگوں کو ایسا ماحول اور ایسے حالات پیدا کر کے دیتا ہے، جس میں افسانہ اپنے اندر کے انسان کے سمیت نظر آتا ہے۔ جمال ابڑو نے عدلیہ میں ملازمت کر کے انسان کے ظاہر اور باطن کا بغور مطالعہ کیا، اور اس نے بحیثیت افسانہ نگار، ان کے کرداروں اور کردار نگاری میں ندرت پیدا کر دی۔

خاندانی پس منظر اور ملازمتی ماحول کے علاوہ جمال ابڑو کو عوامی نمائندوں سے بھی واسطہ پڑا۔ وہ کافی عرصے تک سندھ اسیمبلی کے سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہے، عدالتوں میں ابڑو کو عام آدمی کو دیکھنے اور پڑھنے کا موقعہ ملا، اور سندھ اسیمبلی کے سیکریٹری کی حیثیت سے، انھوں نے عوامی نمائندوں اور قائدین کو نزدیک اور باریک بینی سے دیکھا اور پرکھا۔

انسانی مشاہدوں اور مطالعے نے جمال ابڑو کے افسانوں میں کردار نگاری پر گہرے اثرات ڈالے۔

کردار اور کردار نگاری، افسانے، ڈرامے اور ناول میں کلیدی فنی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈرامے اور ناول میں کرداروں کی کثرت ہوتی ہے۔ لیکن افسانے میں محدود کردار ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایک ماہر افسانہ نگار ان محدود کرداروں کے توسط سے لامحدود کردار نگاری کرتا ہے، اور اپنی کمالیت خواہ قابلیت کی ثابتی دیتا ہے۔

افسانے میں کردار نگاری نہایت مخصوص انداز سے کی جاتی ہے۔ اس کے لیے انھوں نے کوشش کی ہے کہ:

(1) کردار کی کردار نگاری کے لیے اس کی وضع قطع اس انداز سے کی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن میں ایک مکمل کردار کا نقشہ ابھر آتا ہے۔

(2) جمال ابڑو نے اسی انداز، طریقے اور سلیقے سے کردار نگاری کی ہے کہ ان کے افسانوں کے کردار فعال نظر آتے ہیں اور ان پر کسی جمود کا اثر نظر نہیں آتا۔

(3) افسانہ نگار مکالمے کے توسط سے بھی کردار نگاری میں جان پیدا کر دیتا ہے۔ متعدد کرداروں کے مکالمے ایک دوسرے پر، کردار کے حوالے سے مطلوبہ روشنی ڈالتے ہیں۔

(4) جمال ابڑو کے کردار مافوق الفطرت محسوس نہیں ہوتے۔ وہ عام انسانوں جیسے نظر آتے ہیں، جو اچھائی بھی کرتے ہیں تو برائی بھی کر سکتے ہیں۔

(5) انھوں نے کردار نگاری میں ابہام پیدا نہیں کیا ہے، اور پڑھنے والے میں خواہ مخواہ کا تجسس پیدا نہیں کیا ہے کہ کردار کا دوسرا عمل یا قدم کیا ہوگا۔ لہٰذا جمال ابڑو کی کردار نگاری نہایت واضح اور ابہام سے پاک ہوتی ہے۔ پڑھنے والے آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کردار کا دوسرا عمل کیا ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمجید میمن اپنی لاجواب کتاب "سندھی ادب جو تنقیدی ابھیاس" میں جمال ابڑو کے افسانوں، افسانہ نویسی اور کردار نگاری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"تقسیم ہند کے فوراً بعد، جمال ابڑو نے سندھی افسانے کو ایک نیا رخ دیا۔ ان کے افسانوں کے مجموعے "پشو پاشا" کی ادبی حلقوں میں بہت پذیرائی ہوئی۔ انھوں نے اسلوبِ بیان، مختصر ترین جملوں، خالص سندھی محاورات اور تشبیہات کو افسانوں میں بہتر طریقے سے استعمال کیا ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں مرکزی کرداروں کے لیے غریب اور مظلوم لوگوں کو منتخب کیا ہے"۔ کردار نگاری کے حوالے سے جمال ابڑو افسانہ نگاروں کے لیے ایک مثال کی حیثیت رکھتے ہیں"(1)

سید مظہر جمیل اپنی کتاب "جدید سندھی ادب" میلانات، رجحانات، امکانات میں جمال ابڑو کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جمال ابڑو کا سب سے بڑا کارنامہ تو یہی ہے کہ انھوں نے سندھی افسانے کے دامن کو سندھ کی معاشرتی معروضیت سے بھی باندھ رکھا جس نے

جمال ابڑو کے افسانے کو سندھی معاشرے کا آئینہ دار بنادیا ہے۔ انھوں نے اسے "سندھی افسانے کا مردِ اول" کہا ہے وہ ایسے چند کامیاب افسانہ نویسوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے تعداد کے لحاظ سے بہت کم افسانے تخلیق کیے لیکن انھیں دنیائے ادب میں بہت شہرت ملی۔

جمال ایک ایسے افسانہ نگار ہیں جس نے اپنے پورے تخلیقی سفر میں فقط 17 افسانے تحریر کیے اور وہ تمام کے تمام مقبولیت کے بامِ عروج تک پہنچے (2)

جمال ابڑو ذاتی زندگی میں جج کے پیشے سے وابستہ رہے، اس لیے ان کے افسانوں کے پلاٹ اور کردار ان کے پیشے کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں مجرم، ملزم، انصاف کے ٹھیکیداروں، زمینداروں، بے بس لوگوں اور لاچار عوام کے مسائل جیسے موضوعات اور کرداروں کو اپنے قلم کی نوک سے چھیڑتے ہیں۔ جمال ابڑو کے افسانوں کے کردار ہمارے سماج کے جیتے جاگتے افراد ہیں، اور جمال ابڑو نے کردار نگاری کا جادو دکھا کر ان کو اٹل، ضدی، سچا، اور ارادے کے مضبوط کردار بنادیا ہے۔ جمال ابڑو کے افسانوں کے کردار حقیقی وجود رکھنے والے کردار ہیں اور کسی بھی صورت میں غیر فطری محسوس نہیں ہوتے۔

جمال ابڑو نے کردار نگاری کے توسط سے معاشرتی رسومات اور غلط کاریوں پر طنز کیا ہے۔ اس حوالے سے جمال ابڑو کے افسانے "پشو پاشا"، "بدمعاش"، "شاہ جو پھر"، "خمیسی جو کوٹ"، "پیرانی" اور "کاروپاٹی" مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر بشیر احمد شاد لکھتے ہیں کہ: "جمال ابڑو نے اپنی کردار نگاری سے سندھی افسانے کو فنی اور فکری بلندیوں پر پہنچادیا ہے۔ جمال ابڑو کے افسانوں کے کردار سندھ کے عام وغریب آدمی ہیں جن کے گرد زندگی نے ہزار شکنجے باندھے ہوئے ہیں جمال ابڑو نے اپنی کردار نگاری سے ان شکنجوں کی سچی تصویر کشی کی ہے "(3)

نامور افسانہ نگار اور نقاد محمد علی پٹھان لکھتے ہیں کہ "جمال ابڑو کے افسانوں میں ظلم کرنے والے اور ظلم سہنے والے دونوں کردار اپنے خدوخال کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ہمیں ان کرداروں کی پہچان، جمال ابڑو کے فنِ کردار نگاری کے توسط سے ہی ہوتی ہے "(4)

ڈاکٹر در محمد پٹھان اپنے مقالے "جمال ابڑو کے افسانوں کا جائزہ" میں ان کی کردار نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "جمال ابڑو نے اپنے متعدد افسانوں میں بے نام کردار دیئے ہیں، جیسے "میں مرد"، "بدمعاش" اور "بدتمیز" وغیرہ۔ لیکن ان بے نام کرداروں کی کردار نگاری ایسی مہارت سے کہ کہ وہ افسانوی ادب میں بے نام کرداروں کے خالق اور مثالی کردار نگار کی حیثیت میں بلند پائے تک پہنچ گئے (5)

عطیہ داؤد اپنی کتاب "سندھی ادب ایک۔ مختصر تاریخ" میں جمال ابڑو کے متعلق لکھتی ہیں کہ:

"سندھی ادب کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں۔ انھوں نے کم لکھا ہے، لیکن جتنا بھی لکھا ہے وہ سب شاہکار ادب میں شامل ہوتا ہے۔ پیرانی، میں مرد، شاہ کا بچہ، بدمعاش۔ ان میں سے "میں مرد" کہانی جنسی امتیاز کے حوالے سے ہے "(6)

کہانی ماں مرد (میں مرد) میں ایک کردار ہے، جو مرد ہے۔ اس کا کوئی نام اس لئے نہیں لیا یا بتایا گیا کہ فاضل افسانہ نگار نے خود کو ہی اس افسانے کا مرکزی کردار بنادیا ہے جو ایک دن غلطی سے کسی ایسے ملک میں چلا جاتا ہے جہاں عورتوں کا راج ہے، جیسا سلوک اس سماج میں مرد عورت کے ساتھ کرتے ہیں ویسا ہی سلوک عورتیں مردوں کے ساتھ اس ملک میں کرتی ہیں۔ آخر کار ایک عورت کو اس سے پیار آجاتا ہے، وہ اس سے شادی کر کے گھر لے جاتی ہے۔ لیکن وہاں جاکر مرد کو پتا چلتا ہے کہ اس کے پہلے بھی تین شوہر موجود ہیں جو کہ گھر میں ہی رہتے ہیں۔ لیکن عورت انھیں سمجھاتی ہے کہ میں سب کے حقوق کا خیال رکھوں گی اور پھر اس کو کوئی اور نوجوان لڑکا پسند آنے لگتا ہے۔

پوری کہانی ہمارے سماج سے الٹ کر کے پیش کی گئی ہے، تاکہ مردوں کو احساس ہو کہ اس سماج میں وہ عورتوں کے ساتھ جیسا سلوک کرتے ہیں، اگر ایسا ان کے اپنے ساتھ ہو تو وہ کیا محسوس کریں گے۔

جمال ابڑو نے اس افسانے میں کردار نگاری کا کمال دکھا دیا ہے۔ ایک مرد کردار کو ذہنی اور فکری طور پر عورت کردار جیسا کام لینا فاضل افسانہ نگار کی افسانوی فن پر مہارت اور دسترس کی گواہی دیتا ہے۔

پروفیسر محمد سلیم جمال ابڑو کی افسانہ نگاری اور ان کی کردار نگاری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"پاکستان کی سیاسی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو ہمیں مارشل لا کے ادوار میں جو سندھی ادب میں افسانہ تخلیق ہو رہا تھا، جمال ابڑو کے ہم عصر افسانہ نگاروں نے بھی بدلتی ہوئی سیاسی فضا پر قلم اٹھایا مگر ہمیں کم ہی ایسے افسانہ نگار نظر آتے ہیں جنہوں نے واقعتاً اس عہد کی عکاسی بے باکانہ حقیقت نگاری کے تحت کی ہو۔ جمال ابڑو کی انفرادیت ہے کہ انھوں نے اس وقت بھی بے باکانہ حقیقت نگاری کی اور سماج کے گھناؤنے چہرے سے بناوٹ کا نقاب اتار ڈالا۔ ان کے افسانے "پشو پاشا" اور "فرشتہ" اس دور میں تخلیق ہوئے"(7)

مختیار احمد ملاح اپنی کتاب "سندھی ادب جی تاریخ جو جدید مطالعو" میں جمال ابڑو کی کردار نگاری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"وہ اپنے کرداروں کی نفسیات سے بالکل واقف نظر آتے ہیں۔ وہ کردار نگاری کرتے ہوئے ان کرداروں میں خود کو گم کر دیتے ہیں، اس لیے انھوں نے پیرانی، مریم، خمیسو اور سومر جیسے سچے کرداروں جیسے کردار اپنے افسانوں میں شامل کیے"(8)

جمال ابڑو کے کرداروں کا ماحول

جمال ابڑو کے خاندانی پس منظر، ملازمت اور ماحول نے ان کے افسانوں کے کرداروں کو جنم دیا۔ تھوڑے سے افسانے لکھنے والے، اس افسانہ نگار کی جو سندھی زبان میں حیثیت اور انفرادیت بنتی ہے، اس کی وجہ ان کی کردار نگاری ہے اور کردار نگاری کا وہ ماحول ہے، جس میں جمال ابڑو نے کردار نگاری کی ہے۔

جمال ابڑو نے عملی زندگی میں قدم رکھا تو، انھوں نے حالات کی زمیں کو سنگلاخ پایا۔ بانیِ پاکستان کی رحلت اور لیاقت علی خان کی وفات کے بعد سیاست اور اقتدار کی باگ ڈور چند مخصوص ہاتھوں میں آگئی۔ کسی مناسب جواز کے بغیر حکومتیں توڑی گئی۔ آئین ساز اسمبلی ختم کی گئی اور ملک کو برسوں تک آئین سے محروم رکھا گیا سنہ 1958ء میں ملک میں مارشل لا لگایا گیا اور یہ سلسلے تھوڑے وقفوں کے بعد سنہ 1969ء، سنہ 1977ء سے ہوتا ہوا مشرف کے مارشل لا تک چلتا رہا۔

اس سیاسی عدم استحکام نے اقتصادی عدم استحکام کو پروان چڑھایا۔ بدحالی نے غریب لوگوں کو غریب سے غریب تر بنا دیا۔ صوبائی اور ثقافتی محرومیاں بڑھتی گئیں۔ بدامنی اور بے روزگاری نے عام انسان کی زندگی اجیرن کر دی۔

جمال ابڑو ان حالات کے خود عینی گواہ تھے۔ اس صورتحال نے جمال ابڑو کو ایک حقیقت نگار افسانہ نگار بنا دیا۔ لہٰذا انھوں نے وہی کردار نگاری کی، جو وقت کا تقاضہ تھا۔ انھوں نے اپنے اسلوب کی بدولت اپنے بے جان لاچار اور مجبور کرداروں میں زندگی کی سچائی پیدا کر ڈالی۔ اس لیے ان کی کردار نگاری اپنے عہد کے مسائل کا احاطہ کرنے کا ادبی ذریعہ اور وسیلہ بن گئی۔

خاندانی حوالے سے وسیع مطالعہ رکھنے والے اس افسانہ نگار نے عملی زندگی میں عدل و انصاف کے منصب پر رہتے ہوئے مظلوم اور مایوس لوگوں کا مشاہدہ کیا اور وہ مطالعہ و مشاہدہ ان کے کردار نگاری کی انفرادیت کا باعث بن گیا۔

جمال ابڑو ایک حساس انسان تھے۔ انصاف کی کرسی پر براجمان ہونے کے دوران انھوں نے کتنے ہی واقعات دیکھے اور مشاہدے کیے۔ اس کے علاوہ جمال ابڑو سندھ کی شہری اور دیہی زندگی کی ہر ریت سے بخوبی واقف تھے۔ اس کا مشاہدہ اور مطالعہ ان کی کردار نگاری میں بھی نظر آتا ہے۔

جمال ابڑو کے افسانوں کے کرداروں میں اکثریت نئی نسل کی پائی جاتی ہے، جس میں نوجوان مرد بھی ہیں تو لڑکیاں بھی ہیں۔ وہ سب کے سب مظلوم، محروم اور معاشرے کے باغی کردار ہیں۔ اس کے باوجود جمال ابڑو نے ان کی زندگیوں کو بے مقصد نہیں چھوڑا ہے۔ بلکہ ان میں مقصدیت کا رنگ ملایا ہے۔ یہ ہی سبب ہے کہ "پشو پاشا" اور "بدمعاش" کردار میں جمال ابڑو نے جو کردار نگاری کی ہے اس میں روشن مستقبل کا خواب نظر آتا ہے اور وہ معاشرے کے مستقبل میں مثبت تبدیلی دیکھنا چاہتا ہے۔

جمال ابڑو کے کرداروں کا تعارف

1۔ سید پیرل شاہ اور مریم:

جمال ابڑو کے افسانے "شاہ جو پھر" کے دو مرکزی کردار ہیں۔ سید پیرل شاہ، وہ کردار ہے، جو نام نہاد پیر ہونے کے غرور و تکبر، نخوت اور بد نیتی کا پیکر کردار ہے۔ سید پیرل شاہ کو عام لوگوں کے احساسات، خیالات اور جذبات کا ذرہ بھر بھی خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ گاؤں کی پیاری سی لڑکی "مریم" کے معصومانہ تشخص کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ لیکن جمال ابڑو کمال کی کردار نگاری کرتے ہوئے اس معصوم اور لا ابالی بچی کو پیر پرستی کے خلاف ایک مکمل آواز بنا دیتا ہے۔ جمال ابڑو نے ان دونوں کرداروں کو اپنی مثالی کردار نگاری سے اپنے افسانوی فن کی رنگینیوں سے لازوال بنادیا ہے، لہٰذا ان کی کردار نگاری کو نہ تو وقت پامال کر سکتا ہے، اور نہ زمانے کی گرد اس کے خد و خال اس کے تاثر کو دھندلا سکتے ہیں۔

2۔ "پشو پاشا"

جمال ابڑو کے افسانے "پشو پاشا" کا یہ مرکزی کردار ہے، یہ جمال ابڑو کی کردار نگاری کا کمال ہے کہ وہ اپنے افسانوں میں کرداروں کی بھرمار نہیں کرتے۔ وہ محدود کرداروں سے لا محدود مقاصد حاصل کرنے کا ماہر افسانہ نگار ہے۔

پشو پاشا ایک سیدھا سادہ نوجوان کردار ہے۔ جاگیر دارانہ نظام اس کی زندگی کو پُر آشوب بنا دیتا ہے۔ احساس محرومی، حق تلفیاں اور مواقع کی عدم موجودگی اس کی زندگی اجیرن بنا دیتی ہیں۔ وہ گاؤں کے وڈیرے کی لڑکی سے عشق کرنے کی جسارت کرتا ہے، اور اس میں ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ ناکامی اور محرومی اس میں "فراریت برائے تبدیلی" کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ پشو پاشا گاؤں کو چھوڑ کر شہر چلا جاتا ہے اور وہاں انقلابی فطرت اور ذہنیت کا مالک بن جاتا ہے۔

جمال ابڑو کا "پشو پاشا" ایک تخلیقی کردار ہے۔ وہ اس کے خیال کی پیداوار ہے۔ جمال ابڑو نے اس کردار کے توسط سے معاشرتی استحصال کے خلاف خیالی کردار نگاری کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ "غیر منصفانہ سماج میں مسلسل ذلت، ناانصافیاں اور ناآسودہ مقدارات کی ٹھوکریں سیدھے سادے لا ابالے آدمی میں بھی باغیانہ خیالات اور جذبات کو جنم دیتے ہیں۔

3۔ "بدمعاش"

جمال ابڑو کے افسانے "بدمعاش" کا یہ مرکزی کردار ہے۔ جمال ابڑو نے کردار نگاری کے حوالے سے یہاں منفرد کاوش یہ کی ہے کہ کردار کا اتا پتا تو نہیں بتاتا، لیکن ان کے قول و فعل کو کردار نگاری کی ایک نمایاں ٹیکنک کے طور استعمال کیا ہے۔ جمال ابڑو کا یہ کردار انسانی عمل اور ردِ عمل کی منطقی کہانی پیش کرتا ہے۔ اس کی کردار نگاری سے پتا چلتا ہے کہ تشدد کس طرح نفرت اور تشدد کو جنم دیتا ہے، اور جبر کے جواب میں انسانی عمل اور ردِ عمل پُر خطر بن جاتے ہیں۔

4۔ "پیرانی"

جمال ابڑو کے افسانے "پیرانی" کا یہ مرکزی کردار ہے۔ جمال ابڑو کی کردار نگاری کا کمال ہے کہ وہ اپنے متعدد اور معروف افسانوں کو عنوان ہی، ان کے کرداروں سے دیتا ہے۔

"پیرانی" افسانے کا وہ کردار ہے، جو بروہی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا قبیلہ غربت اور افلاس سے تنگ آکر، فصل کاٹنے کے لیے بلوچستان کے پہاڑوں سے اتر کر سندھ میں داخل ہوتا ہے۔ "پیرانی" مفلوک الحال زندگی کی ایک زندہ اور جاگتی تصویر ہے۔ فصل کاٹنے کے بعد "پیرانی" کا قبیلہ تو بلوچستان واپس چلا جاتا ہے ہے، لیکن پیرانی کو ساٹھ روپے کے عوض بیچ جاتا ہے۔

5۔ "مرد"

جمال ابڑو کے افسانے "میں مرد" کا یہ مرکزی کردار ہے۔ جمال ابڑو نے کردار نگاری کے حوالے سے بڑا انوکھا تجربہ یہ کیا ہے کہ کردار کا کوئی نام نہیں رکھا ہے اور خود کو کردار بنا کر پیش کیا ہے اور "خود۔ کلامی" کے توسط سے کردار نگاری کی ہے۔

اس افسانے کا کردار سندھ کے سماج سے نہیں لیا گیا ہے۔ لیکن اس معاشرے سے لیا گیا ہے، جس میں عورت۔ ذات کا معاشرے میں کلیدی کردار ہوتا ہے اور مرد کی حیثیت ایسے ہوتی ہے، جیسے ہمارے معاشرے میں کسی عورت کی ہوتی ہے۔ وہ عورت، جو مظلوم اور معصوم ہو، جس کو کوئی ذہنی اور فکری آزادی نہیں ہوتی۔

جمال ابڑو کردار نگاری کو "خود۔کلامی" کے توسط فن کے معراج پر پہنچاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: "میں نو عمر، نادان، راستوں سے انجان، پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کہاں جاؤں۔ اوپر سے حکمرانی بھی عورتوں کی۔ جہاں جو ملی وہ مجھے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ جیسے کہ میں انسان نہیں بلکہ کوئی بے جان کسرت گاہ تھا۔ انھوں نے میرے جسم کے ہر عضو کو ناپاک کر دیا"۔

سندھی سماج میں عورت ذات کے ساتھ ہونے والی اندوہ ناک زیادتیوں کی کہانی بہت پرانی ہے۔ جمال ابڑو نے "میں مرد" افسانے میں تخلیقی انداز سے اس پرانی کہانی کو جدت اور ندرت سے پیش کیا ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ہمیں عورت کے دکھ درد سمجھنے میں بڑی مدد کرتا ہے۔ جمال ابڑو کی کردار نگاری، اسلوبِ بیان اور مختصر مکالموں نے، اس افسانے کو سندھی ادب کا شاہکار افسانہ بنادیا ہے۔

اس مختصر مقالے کا اختتام ان الفاظ میں کیا جا سکتا ہے کہ جمال ابڑو سندھی ادب کا وہ منفرد افسانہ نگار ہے، جس نے افسانوں میں کردار نگاری کا منفرد انداز اختیار کیا۔ ان کے افسانوں کے کردار مافوق الفطرت نہیں لگتے، وہ ہماری طرح عام انسان لگتے ہیں۔ جمال ابڑو کی کردار نگاری نئی نسل کے افسانہ نگاروں کے لئے مثال اور درس کی مانند ہیں۔

جمال ابڑو نے افسانوں میں کردار نگاری اس انداز سے کی ہے کہ وہ دیگر زبانوں اور علم و ادب میں عام سندھی کی شناخت بن جاتی ہے۔ خصوصاً اردو ادب اور سماج کو سندھی عوام اور عام انان کو سمجھنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جمال ابڑو کے افسانوں کے اردو تراجم سے اردو خواں طبقے کو سندھ کے مظلوم کرداروں کا تعارف اور احساس ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ "ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ''سنڌي ادب جو اپياس''ص183 روشنی پبلیکیشن، کنڈیارو، 2006ء۔

2۔ ڈاکٹر احسان دانش "سندھی افسانوی ادب کے ارتقاء میں لاڑکانہ کا حصہ" لاڑکانہ تاریخ و تہذیب مرتب مختیار سموں صفحہ 91، لاڑکانہ ڈسٹرکٹ ہسٹاریکل سوسائٹی، لاڑکانہ، 2016ء۔

3۔ ڈاکٹر بشیر احمد شاد: جمال ابڑو کے افسانوں کا مطالعہ ص33، "ماہنامہ پیغام" کراچی، سندھ انفارمیشن ڈپارٹمنٹ، سال 1988ء۔

4۔ محمد علی پٹھان "انٹرویو"، کارونجھر، ماہنامہ، کارونجھر پبلیکیشن، لاڑکانہ، صفحہ 20، سال 2021ء۔

5۔ ڈاکٹر در محمد پٹھان، پی ایچ ڈی کا مقالہ، غیر مطبوعہ شدہ، قلمی نسخہ، انسٹی ٹیوٹ آف سندھالاجی، جام شورو، 1979ء۔

6۔ عطیہ داؤد: "سندھی ادب ایک مختصر تاریخ" ص 131، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، 2019ء۔

7۔ پروفیسر محمد سلیم میمن: "پشوپاشا" ص 8، مصنف جمال ابڑو، مترجم ممتاز سولنگی، شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر و شعبہ سندھی جامعہ کراچی، طبع اول، اکتوبر 2004ء، سنگم پبلیکیشنز کراچی۔

8۔ مختیار ملاح: سندھی ادب جی تاریخ جو جدید مطالعو" ص 459، کاٹھیاواڑ بک اسٹور، اردو بازار کراچی، سال 2006ء۔